بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

رمضان کے ترجمان میں ہم نے اس ملک کے فسادات پر تبصرہ کرتے ہوئے اس فرض کی طرف توجہ دلائی تھی جو ان حالات کی اصلاح کے لیے جماعت اسلامی پر عائد ہوتا ہے۔ پھر ذیقعدہ کے پرچہ میں اسی امر سے متعلق بعض ضروری ہدایات شائع کیں، جو ہماری مجلس شوریٰ کی موجودگی میں، اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کے احکام کو سامنے رکھ کر طے کی گئی تھیں۔ جہاں تک ان حالات کے اندر ہمارے مسلک اور طریق کار کا تعلق ہے، ان تحریروں کے بعد کسی مزید توضیح کی ضرورت باقی نہیں رہی لیکن بنگال، بہار اور گڑھ مکتیسر وغیرہ میں جو صورت حال پیش آئی ہے اس نے ذہنوں کو اس درجہ منتشر کر دیا ہے کہ ہمارے ارکان برابر اصرار کے ساتھ تقاضا کر رہے ہیں کہ اس نئی صورت حال کو سامنے رکھ کر، پوری تفصیل کے ساتھ، ان کو ہدایات دی جائیں۔ ایسے پُرآشوب حالات کے لیے کوئی ایسا ہدایت نامہ مرتب کرنا تو ہمارے بس میں نہیں ہے جو ہر موقع اور ہر حالت کی جزئیات پر حاوی ہو البتہ بعض ضروری اور اصولی باتوں کی یاد دہانی کراتے ہیں۔ توقع ہے کہ اگر ہمارے ارکان نے ان کو پوری طرح ملحوظ رکھا تو انشاء اللہ اس فتنہ کے زمانہ میں وہ اخلاق و انسانیت کی سچی خدمت کر سکیں گے

۱۔ سب سے پہلی چیز جو ہمارے ارکان کو پیش نظر رکھنی ہے وہ یہ ہے کہ یہ فسادات نہ تو کسی عارضی ہیجان جذبات اور وقتی تصادم اغراض کا نتیجہ ہیں نہ غنڈوں اور بدمعاشوں کے برپا کیے ہوئے ہیں۔ جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں ان کو نہ تو اس بیماری کی جڑ ہی کا پتہ ہے اور نہ وہ اس کے صحیح علاج ہی سے واقف ہیں اس وجہ سے ان کی روک تھام کے لیے جو تدبیریں وہ کر رہے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ اُپری ہیں بلکہ بالکل الٹی اور فساد کو پرورش

کرنے والی بھی ہیں۔ اور اگر لوگ انہی تدبیروں پر قانع ہو گئے تو اس کا نتیجہ صرف یہ ہو گا کہ فساد کی جڑیں ہمارے ملک میں اور زیادہ مضبوط ہو جائیں گی اور آج جو قیامت صرف بنگال اور بہار میں برپا ہوئی ہے کل وہ اس ملک کے پورے طول و عرض میں برپا ہو گی ——— جو ہنگامۂ قتل و خون چند محلوں اور چند بستیوں تک محدود نہ رہا ہو بلکہ صدہا مربع میل کے رقبوں پر اس کو سیلابِ خونیں گذر گیا ہو جس وحشت و بربریت کا ارتکاب چند افراد یا چند ٹولیوں نے نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں کے دل بادل منظم جتھوں نے کیا ہو جس خونریزی و سفاکی کے لیے قوم کی قوم نے دوسری قوم کے خلاف صف آرائی کی ہو اور اس کو من حیث القوم مٹا دینے کی کوشش کی ہو جو قیامت صرف جان و مال ہی پر نہیں بلکہ عزت و ناموس، دین و مذہب اور اخلاق و انسانیت ہر چیز پر چھا گئی ہو ——— اس کو غنڈوں اور بد معاشوں کا برپا کیا ہوا فساد سمجھنا اور اسی نقطۂ نظر سے اس کی روک تھام کی الٹی سیدھی تدبیریں اختیار کرنا ہمارے نزدیک یہ ان تمام فسادوں سے بھی بڑا فساد ہے اور ہم اپنے ارکان کو متنبہ کرتے ہیں کہ نہ وہ اس طرح کی کسی غلط فہمی میں خود مبتلا ہوں اور نہ اپنے امکان بھر دوسروں کو اس قسم کی غلط فہمی میں مبتلا ہونے دیں۔

ہمارے نزدیک جیسا کہ ہم بار بار لکھ چکے ہیں اس فساد کے بیج وقت کی تہذیب، وقت کی تعلیم، وقت کے افکار و نظریات اور وقت کی سیاست کے اندر چھپے ہوئے ہیں اور ان کی تخم ریزی اور آبیاری اس ملک کے لیڈر کر رہے ہیں نہ کہ غنڈے۔ انہی لیڈروں کی کوششوں سے یہ بس بھری فصل نشو و نما پا کر کہیں کٹنی شروع ہو گئی ہے، کہیں کٹنے کے لیے بالکل تیار کھڑی ہے۔ یہ انہی کا فیض ہے کہ جو بیماریاں کل تک تھوڑے سے غنڈوں تک محدود تھیں اب قوم کی قوم میں سرایت کر گئی ہیں اور اگر ان کی کوششیں پوری طرح بار آور ہو گئیں تو کل اس ملک پر اس سے بھی زیادہ برے دن آنے والے ہیں۔ آج تو غنیمت ہے کہ آپ کو بنگال اور بہار کے اندر تلاش سے اکا دکا کوئی ایسا بھلا آدمی بھی مل جاتا ہے جس نے اس ہنگامۂ عام میں اپنے آپ کو قومی تعصب سے بالاتر رکھ کر مظلوم فریق کی حمایت کرنے کی کوشش کی ہے اور آپ اخباروں میں اس کا ذکر چھاپ کر تسلی حاصل کر لیتے ہیں۔ کل کو وہ دن آنے والا ہے کہ یہ پورا کا پورا ملک سدوم اور عمورہ کی بستیوں کی طرح نیکی اور راستبازی کے لیے بنجر بن جائے گا اور جو لوگ قومی و نسلی تعصبات سے بالاتر رہ کر صرف انصاف اور حق کا ساتھ دینا چاہیں گے وہ ہلاک

کی طرف سے اپنی اس نیکی اور حق پرستی پر تحسین کے بجائے قومی غداری کے مجرم قرار پائیں گے اور برسر موت گسا کر دیے جائیں گے۔ یہ محض مستقبل بعید کے لیے پیشینگوئی نہیں ہے بلکہ ان تازہ حوادث کی رپورٹوں میں بھی اس کی شہادت موجود ہے۔

پس ہمارے ارکان کا فرض ہے کہ وہ اس امر واقعی کو پورے یقین کے ساتھ اپنے سامنے رکھیں کہ اس تمام فساد فی الارض کا سرچشمہ موجودہ تہذیب و تعلیم اور موجودہ سیاست ہے اور اصلی مفسدین فی الارض اس ملک کے لیڈر ہیں جو اس تہذیب و تعلیم اور اس سیاست کے سربراہ کار ہیں۔ ان لیڈروں نے الگ الگ اپنے جتھے بنا رکھے ہیں اور ہر لیڈر اپنے اپنے جتھے کو قومیت کی شراب پلا پلا کر بدمست بنا رہا ہے۔ ایسی مختلف قوموں کے درمیان نفرت و عداوت ایک فطری چیز ہے اگر ان کے درمیان جنگ و جدال برپا ہو تو اس پر کبھی تعجب نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کو ان کی قومی فطرت کا لازمی نتیجہ خیال کرنا چاہیے۔ تعجب کی چیز اگر ہو سکتی ہے تو یہ کہ ان کے درمیان صلح و دوستی کا رابطہ پایا جائے کیونکہ یہ چیز ان کے قومی مزاج کے خلاف ہے اور اگر پائی جا سکتی ہے تو کسی عارضی مصلحت ہی سے پائی جا سکتی ہے نہ کہ کسی فطری لگاؤ سے۔ جس طرح دو کتوں کے درمیان اگر ہڈی موجود ہو تو ان کی فطرت کا یہ مطالبہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کو جھنجوڑیں اور بھنبھوڑیں اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو اس کے معنی صرف یہی ہو سکتے ہیں کہ یا تو دونوں بیمار ہیں یا دونوں ایک دوسرے سے ڈر رہے ہیں۔ اسی طرح اگر دو قوموں میں امن کی حالت قائم رہے تو اس کے معنی صرف یہی ہو سکتے ہیں کہ یا تو وہ دونوں بیمار ہیں یا دونوں کی مصلحت وقت متقاضی ہے کہ بروقت وہ آپس میں نہ لڑیں۔ اس وجہ سے اگر اس ملک میں ایک سے زیادہ قومیں موجود ہیں تو ان کا باہمی تصادم ناگزیر ہے اور جس رفتار سے ان لیڈروں کی کوشش سے ان کا قومی شعور بیدار ہوتا جائے گا اسی رفتار سے ان کی باہمی رقابتیں اور عداوتیں بھی ترقی کرتی جائیں گی اور ہر قوم دوسری قوم کی ترقی کو اپنی پستی اور اس کے نقصان کو اپنا فائدہ سمجھے گی یہاں تک کہ ایک دن اس ملک کی مختلف قوموں میں اسی طرح کی ٹکر ہوگی جس طرح کی ٹکر یورپ کی مختلف قوموں میں ابھی کل ہو چکی ہے اور آج بھی اس کا پورا سامان موجود ہے۔ اور اگر یہاں کی مختلف

قوموں کو ہضم کر کے وطنیت کی بنیاد پر کوئی ایک قوم بن گئی (جس کا بہار کے واقعات کے بعد متحدہ قومیت کے دعویداروں کو نام لینے کا بھی حق باقی نہیں رہا) تو اس سے بھی دنیا کے امن و عدل کے قیام میں کوئی مدد نہیں ملے گی بلکہ جس طرح آج دنیا میں امریکہ، روس، برطانیہ وغیرہ کی متعدد مفسد طاقتیں موجود ہیں اسی طرح دنیا کی مفسد طاقتوں میں ایک اور مفسد طاقت کا اضافہ ہو جائے گا۔ اس وجہ سے غور کرنے کی چیز یہ نہیں ہے کہ اس وقت اس ملک میں جو حالت پیدا ہو گئی ہے اس کی اصلاح کیونکر ہو بلکہ سوچنے کی چیز اگر ہے تو یہ ہے کہ جس نہج پر اس ملک کا ذہنی اور فکری ارتقاء ہو رہا ہے اور جس اساس پر اس ملک کی اجتماعی زندگی کی تعمیر کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں اگر خدانخواستہ وہ بار آور ہو گئیں تو اس سے نہ صرف اس ملک پر بلکہ ساری دنیا پر جو تباہی نازل ہو گی اس کے سدباب کی شکل کیا ہے؟

آپ جب مسئلہ پر اس نقطۂ نظر سے غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اصلاح حال کی جو تدبیریں اس وقت سوچی اور عمل میں لائی جا رہی ہیں یہ سب سرسری اور سطحی ہیں۔ ان وحشیانہ حرکتوں کا سدباب نہ غنڈوں کی پکڑ دھکڑ سے ہو سکتا، نہ پریس کو قدغن کر دینے سے ہو سکتا، نہ امن و صلح کی کمیٹیوں سے ہو سکتا اور نہ اس طرح کی کسی اور تدبیر سے ہو سکتا۔ ان ساری تدبیروں اور کوششوں میں فساد کا اصلی عامل گرفت سے بالکل آزاد ہے اور سارا زور دوسرے ضمنی عوامل پر صرف ہو رہا ہے۔ اگر لوگ فی الواقع ان حالات کی اصلاح چاہتے ہیں تو اس کی تدبیر ایک اور صرف ایک ہی ہے وہ یہ کہ تمام نسلی و قومی تعصبات کو ختم کر کے انسانی معاشرہ کی بنیاد تمام نسل آدم کی وحدت و اخوت پر رکھی جائے، ہر قوم کی آزادی اور خود مختاری کے دعوے کو مٹا کر لوگوں کو خدائے برحق کی حاکمیت اور اسی کی اطاعت کی دعوت دی جائے، انسانی قانون کی تنگ نظریوں اور ناانصافیوں کی جگہ خدا کے عالمگیر عادلانہ نظام کو برپا کرنے کی سعی کی جائے، لوگوں کے اندر سے غیر مسئولیت اور مطلق العنانی کا تصور نکال کر ان کے اندر خدا کے آگے اپنے تمام اعمال و اقوال کی جوابدہی کا عقیدہ راسخ کیا جائے۔ یہ چیز جب وقت کی تعلیم، وقت کی تہذیب، وقت کے افکار و نظریات اور وقت کی سیاست میں وہ جگہ پا لے گی جو اسے ملنی چاہیے تو آپ دیکھیں گے کہ دنیا کی بگڑی ہوئی ہر کل خود بخود ٹھیک ہو رہی ہے۔

اور فساد کی تمام راہیں آپ سے آپ بند ہو رہی ہیں۔ یہی کام دنیا میں کسی زمانہ میں مسلمانوں نے کیا تھا، اور اسی مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو برپا کیا تھا لیکن اب مسلمان بھی نسل و نسب کی بنی ہوئی ایک قوم ہو کے رہ گئے ہیں اور اسی طرح کے مطالبات کے لیے لڑنے اور مرنے پر آمادہ ہیں جس طرح کے مطالبات کے لیے نسل و خون سے بنی ہوئی قومیں لڑا مرا کرتی ہیں اور زمین پر کوئی جماعت آج ایسی باقی نہیں رہ گئی ہے جو اس خلا کو بھرنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہم اس کمی کو پورا کریں اور دنیا کے سامنے اپنے قول و عمل سے وہ تعلیم پھر پیش کریں جس نے درندوں کی طرح لڑنے والوں کو آپس میں حقیقی بھائیوں سے زیادہ ایک دوسرے کا دوست اور خیرخواہ بنا دیا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ آج یہ خیال بہت ہی بعید از فہم معلوم ہوتا ہے اور بظاہر وقت کے حالات اس کے لیے نہایت ناسازگار نظر آتے ہیں لیکن اگر ہم اپنی دعوت پر پوری سچائی اور بے لوثی اور پورے عزم و استقلال کے ساتھ جمے رہے تو یہ حالات کی خرابی ہی اور اس کی نہ سلجھنے والی پیچیدگی ہی اس بات کا ثبوت بہم پہنچائے گی کہ ہندوستان اور ساری دنیا کی مشکلات کا واحد حل وہی ہے جو ہم پیش کر رہے ہیں۔

۲- دوسری چیز جو ہمارے ارکان کو پیش نظر رکھنی ہے وہ یہ ہے کہ حالات قومی تعصب کو کتنے ہی بھڑکانے والے ہوں لیکن ہمیں بہرحال قومی تعصبات سے بالاتر رہ کر حق کی دعوت دینی ہے اور اسی پر عمل کرنا ہے۔ ہم جن اصولوں کو لے کر اٹھے ہیں ان کو کسی قوم کی نفرت و عداوت کی وجہ سے بدل نہیں سکتے یہ اصول ہمارے اپنے جی کے گھڑے ہوئے نہیں ہیں کہ ہم جب چاہیں ان میں رد و بدل کر دیں بلکہ یہ خدا کے اتارے ہوئے ہیں اور اس نے یہ حکم دیا ہے کہ نیکی اور انصاف کے جو اصول ہمیں بتائے گئے ہیں ان پر ہر حال میں قائم رہیں یہاں تک کہ کسی قوم کی دشمنی اور زیادتی بھی ہم کو ان سے انحراف پر آمادہ نہ کرے جن لوگوں کے پاس اپنے گھر کے اصول ہیں وہ جب چاہیں ان میں تغیر و تبدل کر سکتے ہیں لیکن ہم جان تو دے سکتے ہیں لیکن ان اصولوں کو چھوڑ کر اپنے ایمان کو غارت نہیں کر سکتے۔ جو لوگ متحدہ قومیت کا پرچار کر رہے تھے اور اسی میں ہندوستان کی نجات سمجھتے تھے، نواکھالی کے واقعات کے بعد اس قدر بوکھلا

گئے کہ انھوں نے بہار میں نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ اپنے اس محبوب اصول کو بھی ذبح کر ڈالا۔ عدم تشدد کی پکار سے جن لوگوں کے ہونٹ خشک ہو رہے تھے اور جن کا دعویٰ تھا کہ دنیا کی نجات ہے تو اسی عقیدہ میں ہے اب وہ قومی تعصب کے جنون میں برملا تشدد کا وعظ کہنے لگے ہیں۔ لیکن ہمارے لیے یہ بات جائز نہیں ہوگی کہ ہم اس طرح جذبات سے مغلوب ہو کر حق اور عدل کی راہ سے ہٹ جائیں۔ بہار اور گڑھ مکتیسر میں جو کچھ ہوا ہے وہ کتنا ہی شرمناک اور وحشیانہ ہو لیکن اسلام نے ہم کو یہی تعلیم دی ہے کہ ہم زید کی غلطی کا بدلہ بکر سے نہیں لے سکتے۔ اگر خدانخواستہ کسی جگہ اس طرح کے حالات پیش آجائیں جیسے کہ نواکھالی میں پیش آئے ہیں اور وہاں ہمارا ایک رکن بھی موجود ہو تو اس کا فرض ہے کہ وہ پوری قوت سے مسلمانوں کو اس طرح کی زیادتی سے روکے اور مظلوم فریق کی مدد کرے اور اس راہ میں اس کی جان بھی چلی جائے تو اس کی پروا نہ کرے۔ زیادتی کرنے والے مسلمان کو زیادتی کرنے سے روکنا نہ صرف اس فریق کی مدد ہے جس پر زیادتی ہو رہی ہے بلکہ زیادتی کرنے والے مسلمان کی بھی مدد ہے جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اگر کسی مقام پر بہار اور گڑھ مکتیسر کے سے حوادث پیش آئیں تو ہمارے ارکان کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کی حمایت کریں اور ہندوؤں کو اس تعدی سے روکیں اور اس راہ میں مر جانے کو سعادت اور شہادت تصور کریں۔ یہ اس لیے نہیں کہ اپنی قوم کی حمایت و مدافعت فرض ہے بلکہ اس لیے کہ حق کی حمایت و نصرت ایک ایسا فرض ہے کہ جس کو ادا کیے بغیر کوئی شخص حق کا مطالبہ پورا نہیں کر سکتا۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ہمارے ارکان ان پر اس شریعت کے احکام واضح کریں جس پر وہ ایمان کا اقرار کرتے ہیں۔ ان کو بتائیں کہ ایک جگہ کے شریروں کی شرارت کا بدلہ دوسری جگہ کے بے گناہ لوگوں سے لینا شرع اسلام میں اصولاً ممنوع ہے۔ اسی طرح ان پر یہ بھی واضح کریں کہ ہر ہنگامہ جہاد کے معزز اور محترم نام کا مستحق نہیں ہے۔ جہاد کے نہایت اہم شرائط ہیں جن میں سے ایک شرط بھی ان لوگوں نے پوری نہیں کی ہے جو آج جہاد کا نام لیتے ہیں۔ ان لوگوں کو یہ بھی بتایا جائے کہ مسلمان کے لیے عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرنا یا عورتوں کی بے حرمتی کرنا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس لوگوں کو یہ بھی بتایا جائے کہ عورتوں کو زبردستی مسلمان بنانا تو درکنار اسلام میں یہ بات بھی جائز نہیں ہے کہ اگر کوئی عورت اسلام کا اقرار کرتی ہوئی آئے تو اس کو مسلمان بغیر اس بات کی تحقیق کیے

ہوئے اپنے اندر شامل کر لیں کہ فی الواقع وہ اسلام ہی کے لیے مسلمانوں میں آئی ہے یا کسی اور وجہ سے آئی ہے۔ ان مسلمانوں سے یہ بھی درخواست کی جائے کہ للہ وہ اپنی ان نفسانی اور قومی معرکہ آرائیوں میں اسلام کو رسوا نہ کریں۔ اگرچہ اس بات کی توقع نہیں ہے کہ لوگ ان باتوں پر کان دھریں گے لیکن ہمارا فرض ہے کہ ہم ان باتوں کو ہر مسلمان تک پہنچا دیں۔ یہ اسلام پر بڑا ظلم ہوگا کہ مسلمان ہر جگہ اس کو اس بدنما طریقہ سے پیش کریں اور کوئی جماعت ایسی نہ ہو جو اس کو اس کی اصلی صورت میں پیش کرے۔ ان باتوں کے اعلان کی وجہ سے اگر ہمارے ارکان مسلمانوں کے اندر مطعون ہوں تو انھیں اسلام کی خاطر اس بات کو بھی گوارا کرنا چاہیے۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ یہی باتیں ہم اس ملک کے غیر مسلموں کے سامنے بھی پیش کریں لیکن اس وقت قومی تعصبات کا اتنا زور ہے کہ توقع نہیں کہ لوگ ہماری باتوں کو بدگمانی سے الگ ہو کر سنیں گے تاہم شہادت علی الناس کی ذمہ داری ہم سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ جس جگہ بھی ہم کو ایسے لوگ ملیں جو حق کی بات سننا چاہیں ان کو یہ باتیں بتائی اور سنائی جائیں لعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امرا۔

۳۔ تیسری چیز یہ ہے کہ آپ جس جگہ بھی ہیں پوری بے خوفی اور اطمینان قلب کے ساتھ وہاں قدم جمائے رکھیے ایک سچے مسلمان کے لیے جو اپنا فرض ادا کر رہا ہے جس کا اللہ نے اس کو حکم دیا ہے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اپنے فرض اور حق کو ادا کرتے ہوئے مرنا یا مارے جانا ایسی چیز ہے جس کی مسلمان کو تمنا کرنی چاہیے۔ ڈرتا تو صرف وہ شخص ہے جس کا یا تو خدا کے ساتھ تعلق نہیں ہے یا تعلق ہے تو بہت ناقص ہے۔ آپ اس پہلو سے اپنا برابر جائزہ لیتے رہیے۔ خدا کے ساتھ آپ کا تعلق جتنا استوار ہوگا آپ اسی قدر اپنے اندر بے خوفی، عزم و ہمت اور قوت کا احساس کریں گے اور جس قدر خدا سے دوری ہوگی اسی قدر آپ پر خوف و ہراس اور ناتوانی کا غلبہ ہوگا۔ ان حالات نے آپ کی تربیت کے لیے بہترین موقع بہم پہنچا دیا ہے۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہو رہا ہے۔ اگر ان خطرات کے اندر آپ نے ڈٹے رہنا سیکھ لیا اور اس کش مکش کے اندر آپ حق پر جمے رہے تو آج ممکن ہے آپ گمنام اور بے نشان ہوں لیکن کل سب آپ کو پہچان لیں گے اور وہ نشان راہ خود بخود نمایاں ہو جائے گا جس کی آپ دعوت دے رہے ہیں۔

اس وقت اس ملک کے بڑے حصہ پر خوف و دہشت کی جو حالت طاری ہے اس کو دور کرنے اور لوگوں میں بے خوفی اور اعتماد پیدا کرنے کے لیے مختلف قوموں کے لیڈر برابر وعظ کہہ رہے ہیں لیکن جس طرح ان کے سارے کام غلط ہیں اسی طرح ان کے یہ بے خوفی کے وعظ بھی غلط ہیں۔ یہ بے خوف اور نڈر رہنے کا تو لوگوں سے مطالبہ کرتے ہیں لیکن یہ نہیں بتاتے کہ یہ بے خوفی اور خود اعتمادی حاصل کس طرح کی جائے؟ جن لوگوں کے جان و مال پر دن دھاڑے ڈاکے پڑے ہوں، جن کی بستیوں کو ان کے آگے جلایا گیا ہو جن کے عورتوں اور بچوں کو ان کے سامنے آگ میں پھینکا اور تلواروں سے ذبح کیا گیا ہو، جن کی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کے ناموس کو ان کے دیکھتے غارت کیا گیا ہو، جن کی محافظت کے ذمہ داروں نے خود ان کے ساتھ غداریاں کی ہوں، جن کے راہ دکھانے والوں نے خود ان کو کنووں میں گرایا ہو، جن کی زندگیاں اس طرح اجیرن کر دی گئی ہوں کہ وہ اپنے جگر کے ٹکڑوں اور اپنے بیوی بچوں کو خود اپنے ہاتھوں قتل کرنے یا ان کو کنووں میں دفن کرنے پر مجبور ہوئے ہوں، جن کے لیے جینا اس قدر تلخ کر دیا گیا ہو کہ وہ موت کو زندگی سے زیادہ لذیذ سمجھنے لگے ہوں ـــــ ان لوگوں کو یہ نصیحت کرنا کہ بے خوف رہو اولاً تو خود بے معنی بات ہے ثانیاً اس بے خوفی کے حصول کا طریقہ نہ بتانا اس پر مزید ستم ظریفی ہے۔ یہ تلقین یا تو بالکل بے نتیجہ اور بے اثر رہے گی (اور اسی کا زیادہ امکان ہے) یا اگر اس سے بے خوفی پیدا ہوگی تو وہ بے خوفی پیدا ہوگی جو یا تو مایوسی کا نتیجہ ہوتی ہے یا ناعاقبت بینی اور تہور کا، اور یہ بجائے خود ایک بہت بڑی بیماری ہے جو اگر اس ملک کی مختلف قوموں کو ان کے لیڈروں کی کوشش سے کہیں لگ گئی تو آج اس ملک میں فساد اور خرابی کے جو اسباب موجود ہیں وہ دوچند سہ چند ہو جائیں گے۔

بے خوفی بجائے خود کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو قابل تعریف ہو۔ بے خوفی دیوانوں اور پاگلوں میں ہوتی ہے لیکن اس سے وہ خود اپنے ہی لیے خطرہ کے اسباب فراہم کرتے ہیں۔ بے خوفی ڈاکوؤں اور رہزنوں میں بھی ہوتی ہے اور اس بے خوفی ہی کی وجہ سے وہ مخلوق کے لیے عذاب بن جاتے ہیں۔ بے خوفی ہٹلر کی تعلیم سے جرمنوں تک میں بھی پیدا ہو گئی تھی لیکن اس کا انجام دنیا کے حق میں اور خود جرمن قوم کے حق میں

کیا ہوا؟ اگر اس طرح کی بے خوفی اس ملک کے باشندوں میں بھی پیدا ہوگئی تو یہ درندوں کی طرح ایک دوسرے کے لیے اور زیادہ سنگدل اور بے رحم ہوجائیں گے۔ پھر کیا یہی چیز ہے جس کو پیدا کرنے کے لیے اس ملک کے ناخداترس لیڈر کوششیں کر رہے ہیں؟ اگر یہی چیز ہے تو ہم اپنے ارکان کو متنبہ کرتے ہیں کہ وہ اس ملک کو اس خطرہ سے بھی بچانے کی کوشش کریں اور اپنے قول اور عمل دونوں سے لوگوں پر یہ حقیقت واضح کریں کہ وہ بے خوفی جو انسان کی اعلیٰ ترین صفات میں سے ہے اور جس کی وجہ سے وہ ایک برتر عقلی اور اخلاقی ہستی کی حیثیت سے ممتاز اور بنی نوع انسان کا سچا خادم بنتا ہے وہ درندوں اور وحشیوں کی بےخوفی سے بالکل علیحدہ چیز ہے۔ اس کا مصدر نہ قومی تعصب ہے، نہ تہور ہے اور نہ مایوسی ہے بلکہ یہ چیز صرف سچی خداپرستی اور خداترسی سے حاصل ہوتی ہے۔

جو انسان خدا سے ڈرتا ہے وہ خدا کے سوا کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔ خدا کے ڈر کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ دوسرے تمام خطروں اور اندیشوں کو دل سے نکال پھینکتا ہے۔ انسان کہیں بھی ہو اور اس کے آگے کتنے ہی خطرات و مصائب پرے جمائے کھڑے ہوں لیکن اگر خدا کا یقین اور اس کا خوف اس کے اندر موجود ہے تو وہ اپنے آپ کو فوجوں کے جلو اور لشکروں کی حفاظت میں سمجھتا ہے۔ اس خوف سے جو بے خوفی انسان میں پیدا ہوتی ہے اس کی خاص خصوصیت اور برکت یہ ہے کہ وہ بے خوفی کے باوجود کہیں بال برابر بھی انصاف اور سچائی سے انحراف نہیں کرتا۔ ایک طرف اس کی سطوت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اس کے آگے بڑے بڑوں کا زہرہ آب ہوتا ہے۔ دوسری طرف اس کی خداترسی کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ اپنی یا اپنے ساتھیوں کی کسی معمولی غلطی یا کسی مظلوم کی ذراسی فریاد سے کانپ اٹھتا ہے۔ ایسے ہی بے خوف اور خداترس لوگ تھے جنھوں نے کسی زمانہ میں اس کرۂ ارضی کے بڑے حصہ کو فتح کرکے اپنی مٹھی میں رکھ لیا تھا لیکن ان کے ہاتھوں اس طرح کا ایک واقعہ بھی ظہور میں نہیں آیا جس طرح کے ہزاروں لاکھوں واقعات بہار اور بنگال میں پیش آئے ہیں۔ اس بے خوفی کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ یہ مادی ساز و سامان اور تعداد کی کثرت و قلت پر منحصر نہیں ہوتی۔ وہ کثرت کے اندر بھی باقی رہتی ہے اور قلت کے اندر بھی قائم رہتی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ جہاں

تعداد زیادہ ہوئی وہاں شیروں کی طرح بہادر بن گئے اور جہاں تعداد کم ہوئی وہاں بھیڑوں کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ اس بے خوفی کے کرشمے ہیں جو اس ملک کے لیڈر پیدا کر رہے ہیں۔ جو قومی تعصب اور غرور سے پیدا ہوتی ہے اور جس کی پشت پر نہ تو خدا کی قوت ہوتی ہے نہ اس کی نگرانی۔

ہم جماعت اسلامی کے ارکان کے اندر جو بے خوفی دیکھنا چاہتے ہیں وہ یہی بے خوفی ہے جو اللہ کے ایمان اور اس کے ڈر سے پیدا ہوتی ہے اور اسی بے خوفی کی تعلیم انھیں اس ملک کے باشندوں کو بھی دینی چاہیے عام اس سے کہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم۔ اس چیز کے پیدا کرنے میں اصلی دخل آپ کی سیرت کو ہے نہ کہ آپ کی زبان کو اس وجہ سے برابر اپنی سیرت کی نگرانی کرنی چاہیے کہ اس کے اندر خوف اور بزدلی کے اثرات سرایت نہ کرنے پائیں۔ آپ اپنے دل کو جس قدر مضبوط رکھنا چاہیں اسی قدر اپنے معاملہ کو خدا سے صاف رکھیں۔ آپ کا معاملہ اللہ سے جس قدر صاف ہوگا اسی قدر آپ کو خدا پر اعتماد اور اس سے حسن ظن ہوگا اور جس قدر اللہ تعالیٰ سے آپ کا حسن ظن بڑھے گا اسی قدر آپ کی قوت قلب میں اضافہ ہوگا۔ جو لوگ خدا کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق زندگی نہیں بسر کرتے ان کو نہ تو خدا پر اعتماد ہوتا نہ اس سے حسن ظن اور اسی وجہ سے وہ برابر خوف و ہراس میں مبتلا رہتے ہیں۔ خدا سے مایوسی اور بدگمانی کی وجہ سے ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ خدا سے روٹی مانگتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ پتھر دے گا اور مچھلی کی طلب کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ وہ سانپ بھیجے گا۔ آپ اپنے دل کو اس طرح کے وسوسوں سے پاک رکھیے۔ جس جگہ ہیں، دل، دماغ اور ہاتھ پاؤں کی قوتیں جس قدر ساتھ دیں خدا کا کام کرتے رہیے۔ جو سپاہی اپنی ڈیوٹی پر ہے وہ اپنے مالک کی طرف سے اپنی مزدوری کا بھی مستحق ہے اور اپنی حفاظت کا بھی۔ اور اللہ تعالیٰ نہ مزدوری دینے میں بخیل ہے نہ حفاظت کرنے میں کمزور۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ آپ جس ماحول میں بھی ہوں، ایک سچے مسلم کی زندگی بسر کیجیے نہ کہ مسلمان قوم کے ایک فرد کی۔ کسی قوم کے ایک فرد اور اللہ کے ایک بندہ میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ آپ نے پہلی چیز کا تجربہ اب تک کیا ہے اب اس دوسری چیز کا بھی تجربہ کیجیے اور پھر فیصلہ کیجیے کہ کیا دنیا کو اسلام سے بھی وہی تعصب ہے جو مسلمانوں سے ہے یا صورت حال کچھ اور ہے!